السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح حالت صغر میں کردیا۔ آیا یہ نکاح صحی +ح ہوا یا نہیں ؟ اگر سحیح ہوا تو لڑکی کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ان الحکم الااللہ۔ صورت مسئولہ عنھا میں بہہ نظر دلائل قویہ مصلہ ذیل کے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نکاح صحیح ہوا' اور لڑکی بلوغ کے اس نکاح پر راضی رہی تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر وہ لڑکینا بالغہ بعد بلوغ کے اس نکاح پر راضی نہ ہو تو اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔

صحت نکاح نابالغہ کی تحریر اول یہ آیات کریمہ ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَالّٰـٔى يَئِسنَ مِنَ المَحيضِ مِن نِسائِكُم إِنِ ارتَبتُم فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ أَشهُرٍ وَالّٰـٔى لَم يَحِضنَ ٤ ... سورة الطلاق

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقات کی عدت بیان فرمائی ہے اور انھیں مطلقات میں ان عورتوں کی جواب تک حائض ہوتی ہیں بلکہ نابالغہ ہیں عدت تین مہینے بیان فرمائی ہے۔ یہ آیت صحت نکاح نابالغہ پر نہایت صاف اور واضح دلیل ہے۔ امام الائمہ محمد بن اسماعیل البخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے ، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار لقولہ تعالیٰ واللائی لم یحصن فجعل عدتھاثلاثة اشہر قبل البلوغ انتہی۔ دوسری استدلال نابالغہ کی صحت نکاح پر اس آیت کریمہ سے ہے 'قال اللہ تعالیٰ فان خفتم ان لاتقسطوافی الیتمای فانکحواماطاب لکم مثنی وثلث وربع 'الآیة یعنی اگر تم لوگوں کو یتیم بچوں سے نکاح کرنے میں یہ خوف ہو کہ ان میں قسط وانصاف نہ کر سکو تو دوسری عورتوں سے کرو جو تمھیں پسند ہوں۔ دو عورتوں سے ، خواہ تین عورتوں سے ، خواہ چار سے۔ اس حکم کے مخاطب وہ اولیاء ہیں جن کی تولیت میں ان کا جان ومال ہو۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ اگر قسط وعدل کا یقین ہو تو ان اولیاء کو نابالغہ یتیموں سے سے نکاح کرنا درست ہے۔ پس باپ کا اپنی نابالغہ ک انکاح کردینا بدرجہ اولی جائز ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں یہ شبہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ " الیتامی " سے مراد وہ یتیم عورتیں ہیں جواب نابالغ ہوچکی ہیں ' بدروجہ :

اول اس لیے کہ اولاً شرع میں یتیم کا حقیقتاً اطلاق نابالغ پر ہوتا ہے۔ اور بالغ پر اس کا اطلاق مجاز آ ہے۔ پس جب تک معنی حقیقی ممتنع نہ ہو مجازی معنی نہیں لیا جاسکتا ہے۔ وقال شیخ شیخنا العلامة الالوي فی تفسیرہ روح المعانی : وفی الایة دلیل لجواز النکاح الیتیمة وہی الصغیرة اذ یقتضی جوازہ الاعند خوف الجور انتہی۔

ثانیا عام عورتوں سے نکاح کرنے میں عدل نہ ہونے کا خوف ہو تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے علیحدہ کرکے اسی کو بیان فرمایا ہے۔ بقولہ :

وَإِن خِفتُم أَلّا تُقسِطوا فِى اليَتٰمىٰ فَانكِحوا ما طابَ لَكُم مِنَ النِّساءِ مَثنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ٣ ... سورة النساء

اس سے معلوم ہوا کہ سابق الذکر حکم صرف ان نابالغہ لڑکیوں کا ہے جو شرعاً یتیم کا اطلاق صحیح ہے۔

تیسری دلیل صحت نکاح نابالغہ کی یہ ہے کہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجہا وہی بنت ست سنین وادخلت علیہ وہی بنت تسع سنین ومکث عندہا تسعاً وفی » روایة البخاري : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ ابن ابی بکر فقال لہ ابو بکر : انما انا اخوک 'فقال : انت اخی فی دین اللہ وکتابہ 'وہی حیوان وہی حلال انتہی

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح اگر باپ کردے تو صحیح ہے ، اس واقعہ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے اور صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : لا تنکح الایم حتی تستامر 'ولا تنکح حتی تستاذن 'انتہی 'اور یہ حدیث مدنی ہے ' پس حضرت عائشہ کا واقعہ قبل ورود الامر بالاستیذان پر محمول ہوگا۔ اور حدیث نہی علی حالہ باقی رہے گی۔ کما ذکرہ الامام الحافظ ابن حجر فی فتح الباری 'وتبعہ العلامة الشوکانی فی النیل۔

لیکن یہ احتمال مخدوش ہے اور حدیث ابوہریرة رضی اللہ عنہ سے خلاف واقعہ نکاح حضرت عائشہ کے عدم صحت نکاح نابالغہ پر استدلال لانا صحیح نہیں ہے بووجہ :

اول یہ کہ اگرچہ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں ہوا ہے لیکن مسئلہ مبحوث عنھا یعنی صحت نکاح نابالغہ کی تائید سورة نساء کی تائید کی آیت : فان خفتم الا تقسطوا " اور سورة طلاق کی آیت : والائی یئسن من المحیض " سے ہوتی ہے اور وہ دونوں سورة مدنیہ ہے

دوم یہ کہ حدیث ابوہریرۃ میں اگر "لاینکح "کا مفہوم عدم صحت نکاح لیا جائے تو کل نکاح بصورت عدم استمار اور عدم استیذان کے فاسد و باطل ٹھہرے گا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے چند واقعات ایسے ثابت ہیں کہ عورتوں کا نکاح ان کے اولیاء نے بغیر اذن بلکہ خلاف مرضی ان کے کردیا تھا' اس کو رسول اللہ ﷺ نے فاسد و باطل نہیں کیا' بلکہ عورت کو اختیار دیا کہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔ کما احمد ابوداوٗد ابن ماجہ والدار قطنی عن ابن عباس ان جاریۃ بکرا اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباہا زوجہا وہی کارہۃ' فخیرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہذا الحدیث قوي الاسناد لیس فیہ علۃ قادحۃ کما حققتہ فی عون المعبود شرح سنن ابی داود واخرج ابن ماجہ والنسائی واحمد عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال: جاءت فتاۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: ان ابی زوجنی ابن اخیہ لیرفع بی خسیسہ 'قال: فجعل الامر الیہا' فقالت: قد اجزت ما صنع ابی ولکن اردت ان اعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شیٔ انتہی' واسناد حدیث ابن ماجہ صحیح' واسناد النسائی حسن وقال الشوکانی فی النیل: اخرجہ ابن ماجہ باسناد رجالہ رجال الصحیح' وقال العلامۃ احمد بن ابی بکر البوصیری تلمیذ الحافظ ابن حجر فی کتاب زوائد ابن ماجہ علی الکتب الخمسۃ: اسناد صحیح۔ ان روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ صرف عدم استمساء وعدم استئذان مفسد و مبطل نکاح نہیں ہے بلکہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اس کے جواز و فسخ کا اختیار عورت کو ہے۔

چوتھا استدلال صحت نکاح نابالغہ پر اس حدیث سے ہے' : عن ابن عباس: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الثیب احق بنفسہا من ولیہا والبکر تستاذن فی نفسہا' واذنہا صماتہا رواہ مسلم واصحاب السنن

اس حدیث سے ائمہ مالک وشافعی واحمد ولیث وابن ابی لیلی واسحاق بن راہویہ نے اس امر پر احتجاج کیا ہے کہ باپ بغیر اذن حاصل کیے ہوئے لڑکی کا نکاح کردے سکتا ہے، اور یہ احتجاج نہایت صحیح اور قابل تسلیم ہے۔ وان ردہ العلامۃ الشوکانیؒ وجہ استدلال یہ ہے کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ (لانکاح الابولی) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ (ایما امرآۃ نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحہا باطل الخ) اور پھر روایت مذکورہ ابن عباس میں یہ لفظ ہے (الثیب احق بنفسہا من ولیہا' والبکر تستاذن فی نفسہا) پس ان روایات کو جمع کرنے سے دو بات ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ عورتوں کے نکاح میں ولی کو بھی حق حاصل ہے اور عورت کو بھی حق حاصل ہے۔ نہ عورت بغیر اذان واطلاع ولی کے اپنا نکاح آپ کرلینے کی مجاز ہے کہ فتنہ وفساد لا دروازہ کھل جائے اور نہ ولی کو خلاف مرضی اور اجازت عورت کے نکاح کردینے کا حق ہے کہ ظلم وتعدی کا راستہ جاری ہوجاوے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ دونوں حق یعنی عورتوں کا حق ثیب اور بکر میں یکساں اور مساوی نہیں ہے۔ بلکہ فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ ثیب میں ولی کا حق کم ہے اور خود عورت ثیبہ کا حق زیادہ ہے۔ یعنی نکاح کا کل معاملہ عورت ثیبہ کے اختیار میں ہے، لیکن ولی کو علم واطلاع ہوجانا ضرور ہے۔ بخلاف بکر کے اس میں ولی کا حق زیادہ ہے۔ اور عورت بکر کا حق کم ہے، یعنی نکاح کا کل معاملہ ولی کے متعلق ہے۔ عورت بکر صرف علم واطلاع ہوجانا کافی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عورت اور اس کے ولی کے منشاء میں اختلاف نہ ہو، اور بصورت اختلاف ولی کو حق جبر نہیں ہے، نہ ثیب پر، نہ باکرہ پر، اور جب باکرہ کے نکاح میں حقیقت ولی کو ہے اور اس کا سب معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے تو اگر ولی نے عقد نکاح بغیر استیذان اس کے کردیا تو عقیدہ صحیح ہوگیا۔ رہا حکم استیذان اوور عورت کو اطلاع اس کی وہ بعد نکاح کے رخصتی کے یا خلوت کے وقت ہوہی جائے گی۔ اس وقت اگر وہ ساکت رہی تو نکاح باقی رہے گا۔ اور اگر وہ ساکت رہی تو نکاح باقی رہے گا' اور اگر انکار کیا تو نکاح فسخ ہوجائے گا، بخلاف ثیب کے کہ اگر اس نے اپنے اختیار سے نکاح کرلیا۔ اور ولی سے اذن نہیں لیا تو رخصتی یا خلوت کے وقت ممکن ہے کہ ولی کو اس کی اطلاع بھی نہ ہوتی تو اس صورت میں ولی کے اذن کا حکم بالکل مفقود ہوجائے گا جو انسداد فتنہ کی غرض سے امر ضروری قرار دیا گیا تھا۔

الحاصل ثیب کو اپنے نکاح کے معاملے میں ولی سے زیادہ حق ہے، مگر ولی کو علم وہوجانا ضرور ہے۔ اور باکرہ کے نکاح میں اس کے ولی کو زیادہ حق ہے کہ دیانتہ سے نکاح کردینا لڑکی کے حق میں بہتر سمجھے کردے۔ اور جب بالغہ باکرہ کے نکاح میں ولی کو زیادہ حق ہے تو نابالغہ کے حق میں ولی کو پورا حق بدرجہ اولی حاصل ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ لڑکی اس سے کارہ اور ناخوش نہ ہو اور کراہت وناخوشی کا اعتبار لڑکی کو شعور وعلم واطلاع ہونے کے وقت سے ہے۔ اگر لڑکی وقت نکاح کے بالغہ ہے اور اسی وقت اس کو علم واطلاع بھی ہوئی تو اسی وقت کی ناراضی وکراہت اس کی قابل اعتبار وسبب فسخ نکاح ہوگی۔ اور وقت نکاح اگر وہ نابالغہ ہے تو جب وہ بالغ ہو اور اس کو شعور ہو اور نکاح پر مطلع ہو، اس وقت اس کو اختیار ہوگا کہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکور بالا (لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن) سے اگر یہ شبہ کیا جاوے کہ بغیر اذن بکر کے اس کا نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے' اور نابالغہ میں صلاحیت اذن کی نہیں ہے، اس لیے تا وقت بلوغ اس کا نکاح کردینا درست نہیں ہے۔ تو یہ شبہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ بہت سے واقعات احادیث سے ایسے ثابت ہیں کہ عورت کا نکاح بغیر اذن بلکہ خلاف مرضی اس کے ولی نے کردیا' اور اس نکاح کو رسول اللہ ﷺ نے باطل نہیں فرمایا بلکہ عورت کو نکاح رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار دے دیا کما مر

پس مطلب حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جو آیت قرآن مجید وجملہ روایات کے ملانے سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ بقائے نکاح اور اس کا نفاذ بغیر امر ایم کے اور بغیر اذن بکر کے نہیں ہوسکتا، تو اگر کسی باکرہ کا نکاح اس کے ولی نے بغیر اپنی مرضی کے کردیا اور وقت عقدع لڑکی کو اسکی اطلاع نہ ہوئی، یا اس سے اجازت نہیں لیا تو وہ عقد صحیح ہوگیا لیکن اس کے باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار لڑکی کو حاصل ہے۔ پس جب بالغہ باکرہ کا نکاح بغیر اس کے اذن اطلاع کے ولی کردے اور شرعاً وہ نکاح باطل وفاسد نہیں ہوتا ہے تو نابالغہ کا نکاح ولی کے کردینے سے بدرجہ اولیٰ فاسد وباطل نہیں ہوگا۔ البتہ بعد بلوغ وعلم نکاح کے فسخ کا اختیار لڑکی کو ہے، کما ہو مذہب جماعۃ من الائمۃ' وہو من حیث الدلیل۔ واللہ اعلم بالصواب

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص63

محدث فتویٰ